10

رسالت کا حقیقی تصور

رسالت

محمد رسول اللہ

ابو عبداللہ

(۱۰)

رسالت

(محمد الرسول اللہ)

ابو عبداللہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

نام کتاب: رسالت (محمد الرسول اللہ)

تالیف: ابوعبداللہ

اشاعت اول: 2024، (1445ھ)

نوٹ

(۱)۔دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواًہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے،کوئی بات قرآن وسنت سے عدم مطابقت پر نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو انشاءاللہ ہم فوراً رجوع کریں گے۔اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔(آمین)

(۲)۔صالحین کا ادب واحترام ہم پر لازم ہے اور بالخصوص انبیاء علیہم السلام کی عزت وتوقیر ایمان کی شرط ہے۔لہٰذا تصانیف میں ہم نے الفاظ کے چناؤ میں ہر ممکن ادب واحترام (Ethics) کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن شوشل میڈیا پر موجود موادکو آسانی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں ہمارے اس مواد میں کوئی بے ادبی پر مبنی قابل اعتراض الفاظ نظر آئیں،تو وہ یقیناً کسی نے ہماری تحریر میں تحریف کی ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں ہم سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

☆ چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی،لہٰذا الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت۔

فہرست

☆ قابل غور!....................4

باب ۱: رسالت کی اہمیت....................5

باب ۲: رسالت کے تقاضے....................9

☆ رسالت کے مدمقابل اصطلاحات....................19

☆ اطاعت میں شراکت کی شکلیں....................22

☆ آباپرستی پرآمادگی۔عقلی نکات....................25

☆ اطاعت واتباع کے ضمن میں سرخروئی....................27

☆ عظمت وفضیلت....................36

باب ۳: خلاصہ گفتگو....................39

☆ حق کی تلاش میں:بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ....................44

☆ ہماری دعوت....................45

☆ ہماری اہم تحاریر....................46

انتساب!

اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ کے نام جو حق اور باطل کے مابین فرق کا معیار ہیں، جو نعمت عظمیٰ ہیں، جو ہم پر اللہ کا احسانِ عظیم ہیں، جو مخلوقات میں اعلیٰ وافضل ہیں، نبی آخر واعظم ہیں، جنکی محبت ایمان کی شرط ہے، جنکی توقیر و تعظیم، ادب واحترام اور اطاعت واتباع کے بغیر فلاح ممکن نہیں۔

انتہائی قابل غور!

تعصب وتنگ نظری اورفرقہ واریت کی انتہائی خطرناک بیماری کی موجودگی میں حق بات کو جاننا اور ماننا انتہائی مشکل بلکہ پہاڑ سر کرنے سے بھی دشوار ہوتا ہے۔اس خطرناک مرض کی بنا پر مکار ابلیس کو بے شمار چالوں کے ذریعے انسان کو قابو کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو انسان کے قبولیتِ حق کی راہ میں حائل ہو کر اسکی منزل کھوٹی کر دیتی ہیں۔ان حالات میں انسان سچائی کو جاننے اور ماننے کیلئے آمادہ ہی نہیں ہو پاتا بلکہ اپنے ذہن و مسلک کے خلاف حق بات سے آگاہی سے شدید ناگواری محسوس کرتا ہےاور سچائی کی طرف رہنمائی کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں یہ تحریر ''رسالت (محمد الرسول اللہ)'' آپ کیلئے مفید ہو سکے، سچائی پر مبنی اس تحریر کے حقائق آپکی سمجھ میں آجائیں اور انہیں تسلیم کرنے کی توفیق آپ کو نصیب ہو جائے۔تو اس تحریر کے مطالعہ سے قبل ہماری مختصر تحریر ''**ھدایت**'' کا مطالعہ ضرور کرلیں تاکہ حق بات جاننے اور تسلیم کرنے کی راہ میں حائل مکار ابلیس کی چالیں آپ پر واضح ہو جائیں۔

ڈگری کی رکاوٹ

مذکورہ تحریر ''ہدایت'' میں راہِ ہدایت میں حائل بے شمار رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ یعنی دین پر بات کرنے کیلئے کسی مدرسہ سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے،اس پر چند ضروری باتیں سمجھ لیں:

تحصیل علم کیلئے باقاعدہ کورسز کی افادیت سے تو انکار نہیں۔تحصیل علم میں جتنا زیادہ وقت دیا جائے،اسی قدر علم میں اضافہ ہوگا۔لیکن مقصد علم ہے نہ کہ ڈگری۔دین کا علم سیکھنے کیلئے ڈگری شرط نہیں۔ڈگری کے بغیر بھی مختلف ذرائع (قرآن وسنت،استاد،تقاریر وتحاریر،شروح) سے علم سیکھا جاسکتا ہے، جیسا کہ ہمارے اسلاف (ائمہ ومحدثینؒ) نے سیکھا۔اگر فرقہ واریت کی جگہ اسلام ترجیح ہو تو مدارس کی ڈگریاں مفید ثابت ہوں۔مخلص اہل علم علماء حضرات تو انسانوں کیلئے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔لیکن مدارس سے اپنے فرقے کے علاوہ باقیوں کی نفی کی ڈگری سے، کس خیر کی امید کی جاسکتی ہے؟ کس کی ڈگری مانیں گے اور کس کی نہیں؟ ہر کوئی اپنے فرقہ کی ڈگری کو عین حق ،جبکہ باقی سب کی ڈگریوں کی نفی ، بلکہ اپنے سوا باقیوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔حالانکہ سب صرف ونحو کی پیچیدگیوں سمیت قرآن،حدیث،فقہ،منطق...... سیکھ کر فارغ ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں! حقیقی علم صرف اسے ہی نصیب ہوگا، جو مخلص ہوگا۔جس کا مقصد نہ فرقے ، نہ دولت، نہ عزت نہ شہرت ہوگی ، بلکہ اللہ کی رضا اور اسلام مقصود ہوگا۔

باب ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء
والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين اما بعد!

رسالت کی اہمیت

خالق نے جن وانس کو تخلیق کر کے اسے عقل وشعور اور فہم وفراست کی دولت سے نواز کر معروف ومنکر کی پہچان اس میں ودیعت فرما کر امتحان وآزمائش کیلئے خطہ ارض پر بھیج دیا ہے۔ معروف ومنکر وہ چیزیں ہیں جو جانی پہچانی ہیں، جن کے غلط یا صحیح ہونے کی پہچان انسان کے اندر رکھ دی گئی ہے جیسے: سچائی، انصاف پسندی، دیانتداری، ہمدردی، ایثار وقربانی، جرئت و بہادری، اخوت وبھائی چارہ........ وغیرہ۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ چیزیں اچھی ہیں اور اسکے برعکس: جھوٹ، ظلم وناانصافی، دھوکہ وفریب، بزدلی، کسی کی عزت کو پامال کرنا، چوری ڈاکہ، قتل وغارت، دشمنی........ کے متعلق ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ غلط کام ہیں۔

معروف ومنکر کی پہچان کی اس بنیادی ہدایت کے ساتھ انسان کیلئے تفصیلی ہدایت بھی ناگزیر تھی۔ جس کیلئے خالق نے دین وشریعت کے تفصیلی احکامات یعنی تعلیمات وحی سے سرفراز فرما کر ہماری ہی جنس سے اپنے خاص نمائیندے انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ تاکہ تعلیمات وحی کا عملی نمونہ انسانوں کیلئے موجود ہو سکے۔ لہٰذا ہم سے جو کام لیا جانا تھا اس کی تفاصیل اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں پر نازل فرمائیں اور رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، جیسا کہ فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔''

انبیاء علیہم السلام پر ایمان اورانہیں رہنما بنائے بغیر دین وشریعت پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔اسی لئے ہر نبی کی دعوت کا وہ کلمہ جو کفر سے ایمان میں داخلے کی بنیاد تھا اس کا پہلہ حصہ توحید(لا الہٰ الا اللہ) جبکہ دوسرا حصہ زمانے کے نبی کی نبوت ورسالت کے اقرار پر مبنی ہوتا تھا۔جیسے ہمارے لئے (محمد الرسول اللہ) ہے۔

رسالت وہ مینارہ نور ہے جو توحید اور آخرت سمیت پورے دین کیلئے خالص اور شفاف روشنی فراہم کرتا ہے۔یہی اسوہ کامل ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف حقیقی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔'رسالت' کوکما حقہ سمجھے اور اسے تسلیم کئے بغیر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ممکن نہیں۔گویا 'رسالت' کے ذریعے سے ہی صراطِ مستقیم کی تکمیل ہوتی ہے۔توحید کی طرح زبان سے رسالت کا اقرار تو بہت آسان ہے، لیکن حقیقی معنوں میں اسے تسلیم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ابلیس نے الا ماشاء اللہ اکثریت کو رسالت کے غلط تصور پر ایسا اغوا کیا ہے کہ صحیح بات سننے کی طرف اکثریت آمادہ ہی نہیں ہو پاتی۔

نجات کیلئے ''رسالت'' کس قدر ضروری ہے، درج ذیل دلائل پر غور فرمائیں:

☆ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾(سورہ آل عمران:32-31)

''(اَے نبی) فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تو بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔فرما دیجیے اللہ ورسول کی اطاعت کرو اور اگر تم (اطاعت سے) منہ پھیر لو تو یقیناً اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

☆ ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo﴾ (سورۃ النساء۔آیت:65)

''تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی

اختلافات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ کے فیصلوں پر دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے سر بسر تسلیم کریں۔''

کیا ہم اپنے اپنے پسندیدہ فرقوں اور اکابرین کو خوشدلی سے اللہ و رسول ﷺ کے تحت کرنے پر آمادہ ہیں؟

☆ ﴿وَاِنْ تُطِيعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (سورہ نور۔آیت:54)

''اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔''

☆ ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا o يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا o﴾ (سورۃ الفرقان۔آیت:28-27)

''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا کہے گا اے کاش! میں رسول کی راہ پکڑتا ہائے افسوس اے کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔''

یعنی دنیا میں کوئی بھی سنگت جو کفر، شرک، توحید سے دوری، رسالت کی بجائے اندھی و جامد تقلید، سنت کی بجائے بدعات سمیت دیگر گناہوں کا باعث بنی ہوگی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اگر بچنا چاہتے ہیں تو سب کو اللہ و رسول ﷺ کے نیچے کرلیں (جو کہ الا ماشاءاللہ ہم نہیں کیا ہوا)۔

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لا یومن احدکم حتیٰ یکون هواه تبعاً لما جئت به))
(شرح السنہ، کتاب الایمان)

''تم میں سے کوئی بھی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اسکی خواہش نفس اس چیز کے تابع نہ ہوجائے جو میں لے کر آیا ہوں۔''

ان دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ توحید سمیت دین کے دیگر عنوانات (عبادات، اخلاقیات ومعاملات) کی صحیح تفہیم اور عمل کیلئے ''رسالت'' ناگزیر ہے۔

انہیں چند آیات پر غور وفکر کر کے اپنا اپنا محاسبہ کیا جائے کہ کیا ہم رسالت کے اس تقاضے کے مطابق ہیں یا اپنے اپنے پسندیدہ مسالک، فرقے، گروہ، اکابرین..... کی بلا دلیل اندھا دھند پیروی میں رسالت کے برعکس؟

رسالت کے ضمن میں تفصیلی آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (رسالت کا حقیقی تصور)

۞۞۞۞۞

باب ۲

رسالت کے تقاضے؟

اس ضمن میں وہ بات جسے جاننا ناگزیر ہے، وہ یہ ہے کہ رسالت کے تقاضے کیا ہیں؟ یعنی وہ کون سے تقاضے ہیں جو رسالت کے اقرار پر لاگو ہو جاتے ہیں ؟ جنہیں پورا کئے بغیر ہمارا رسالت پر ایمان قابل قبول نہیں ہوتا؟ جن پر عمل کئے بغیر ہمارا دعویٰ محبت باطل ہے اور ہم رب کی بارگاہ میں سرخرو نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحیح تعلق کی درج ذیل چھ بنیادیں ہیں:

(1)۔ایمان لانا، (2)۔دل وجان سے محبت ہونا، (3)۔عزت وتوقیر، (4)۔اطاعت واتباع، (5)۔غلو (حد سے تجاوز) سے اجتناب، اور (6)۔درود وسلام۔

اللہ کی توفیق سے ان کی مختصر ضروری وضاحت بیان کرتے ہیں۔ جبکہ تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(رسالت کا حقیقی تصور)

(1)۔ایمان لانا

اس بات کی گواہی دینا کہ: (اشھد انّ محمد اَ عبد ہ ورسو له)۔ ''یعنی محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

آپ ﷺ کو تا قیامت آخری نبی تسلیم کرنا، قرآن مجید کو آپ ﷺ پر نازل کردہ آخری کتاب تسلیم کرنا۔ ان باتوں کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔

''اقرار باالسا ن و تصدیق باالقلب''۔

----

(2)۔دل وجان سے محبت

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دل وجان سے محبت کرنا۔آپ ﷺ کومخلوقات میں سے سب سے زیادہ عزیز رکھنا۔نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت ایمان کی شرط ہے۔دل وجان سے آپ ﷺ کومحبوب رکھنا لوازم ایمان میں سے ہے۔لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ سے کس نوعیت کی محبت کا تقاضا کیا گیا ہے۔لہٰذا محبت کی دو بڑی اقسام ہیں:

(۱)۔اضطراری محبت: یہ فطری محبت ہے جو کسی محرک کی بنا پر خود بخود ہو جاتی ہے۔یہ مثبت بھی ہو سکتی ہے اور منفی بھی جیسے:

''خواہشات سے محبت: مرد وعورت کے مابین، دیگر دنیوی مرغوبات: عمدہ مکانات، گاڑیاں، بنگلے، میوہ وثمرات، مال ودولت، والدین، اولاد........وغیرہ۔''

(۲)۔اختیاری محبت: جو فطری طور پر خود بخود نہیں ہوتی بلکہ اسے کسی تقاضے کی بنا پر اختیار کرنا پڑتا ہے۔یہ عموماً اپنی طبع کے خلاف جا کر بھی کسی تقاضے کی بنا پر اسے اختیار کرنا پڑتا ہے جیسے: دین کے احکامات پر عمل پیرا ہونا عموماً ہماری طبع کے خلاف ہے۔فجر کیلئے بستر اور نیند کو ترک کرنا، ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا، روزہ رکھنا، انفاق کرنا، عبادت کرنا، حرام سے بچنا، خواہشات کو قابو کرنا، جہاد کرنا.........اور سب سے مشکل یہ کہ اپنے ذہن ومسلک کے خلاف اللہ ورسول ﷺ کی تعلیمات کو تسلیم کر لینا۔یہ سب چیزیں انسانی طبع پر بہت بھاری ہیں۔لیکن کسی تقاضے، کسی حکم کے تحت انہیں عقلی طور پر اختیار کرنا پڑتا ہے۔اہل ایمان اپنی طبع کے خلاف جا کر یہ سارے مشکل عوامل بجالاتے ہیں۔محبتِ عقلی ان امور کو مقدم رکھنا ضروری قرار دیتی ہے جن کی ترجیح کا عقل تقاضا کرے، اگرچہ وہ امر خواہش نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔مثلاً بیمار آدمی کا کڑوی دوا سے محبت رکھنا محبتِ عقلی کی بنا پر ہے کیونکہ عقل اس کے فائدہ مند ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ اللہ عزوجل اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد ایسی اطاعت درکار ہے جو انتہائی گہری محبت، دل کی پوری آمادگی اور پورے انبساط قلب اور شرح صدر کے ساتھ ہو۔

لہٰذا نبی کریم ﷺ کے ساتھ جس محبت کا تقاضا کیا گیا ہے اس میں اختیاری محبت کا پہلو غالب ہے جو کہ بہت بڑا امتحان ہے۔اس مشکل امتحان کو پورا کرنے کے نتیجے میں آپ ﷺ کو دل و جان سے زیادہ محبوب رکھنے کی صحیح فطری محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔اسکے برعکس ایسی جذباتی عقیدت ومحبت جس میں اختیاری پہلو کا لحاظ نہ رکھا جائے۔اپنے پیدائشی من پسند ذہن ومسلک کے خلاف آنے والی تعلیمات کے سامنے اپنے آپ کو سرنگوں نہ کیا جائے تو پھر انسان شیطان کے قابو میں آجاتا ہے۔وہ پھر انسان کو محبت کی آڑ میں دھوکے میں مبتلا کر کے تباہی کے راستے پر گامزن کر کے اندھا کر دیتا ہے۔برصغیر پاک وہند میں زیادہ تر صورت حال کچھ ایسی ہی ہے۔

اللہ ورسول ﷺ سے محبت کا تقاضا قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا۔

﴿قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَ اَبۡنَآؤُكُمۡ وَ اِخۡوَانُكُمۡ وَ اَزۡوَاجُكُمۡ وَ عَشِيۡرَتُكُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ جِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝﴾ (سورۃ التوبہ، آیت 24)

”(اے نبی) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارے کنبے قبیلے اور تمھارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کے مندے کا تمھیں خدشہ رہتا ہے اور وہ گھر جنھیں تم پسند کرتے ہو، اگر (یہ تمام چیزیں) تمھیں اللہ سے اور اسکے رسول ﷺ سے اور اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ تعالیٰ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا“۔

اس آیت کریمہ میں اللہ مالک نے بڑے واضح اور دوٹوک انداز میں یہ بات کھول کر بیان فرمادی ہے کہ اگر دنیا کی چیزوں سے محبت اللہ جل جلالہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد کرنے سے زیادہ ہے تو پھر عذابِ الٰہی یا موت کا انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے۔یہ قرآن مجید کا بڑا سخت حکم ہے جس کی زد میں اکثر لوگ آچکے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اُمتِ مسلمہ پر اپنا خصوصی فضل فرمائے اور

ہماری راہ نجات کی طرف رہنمائی فرمائے (آمین)۔

نبی اکرم ﷺ سے محبت کو یوں متعین کیا گیا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت:6)

’’نبی کی ذات اہل ایمان کیلئے انکی اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز (مقدم) ہے اور پیغمبر کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔‘‘

یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اہل ایمان کی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنے کا تقاضا کیا ہے۔یعنی ایک حقیقی مومن اپنی جان سے بھی زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔آنحضور ﷺ سے محبت کس قدر ضروری ہے، درج ذیل روایت پرغور فرمائیں:

☆((عن النبی صلی الله علیه وسلم لا یو من احد کم حتی اکو ن احب الیه من والده وولده والناس اجمعین))۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔‘‘

معلوم ہوا اگر کسی کے دل اور عمل میں حضور اقدس ﷺ کی محبت اپنے تمام اعزہ واقارب اور تمام انسانو ں سے بڑھ کر جاگزیں نہیں ہوئی تو وہ شخص حقیقتاً مومن نہیں یعنی اُسے صحیح معنوں میں وہ ایمان ہی حاصل نہیں ہوا جو اللہ کے ہاں معتبر ہو۔

<u>خالق سے محبت</u>: اس ضمن میں پروردگار نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (سورۃ البقرہ۔آیت:165)

’’اور جو ایمان والے ہیں وہ اللہ جل جلالہ کی محبت میں بڑے شدید ہوتے ہیں‘‘

یعنی اللہ سے محبت تمام مخلوقات سے بڑھ کر ہونی چاہیے اور مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ سمیت دیگر تمام مخلوقات سے محبت <u>اللہ کی وجہ</u> سے ہونی چاہیے، اللہ ہی کی وجہ سے دوستی اور اللہ کی ہی وجہ سے دشمنی (الحب للہ والبغض للہ)۔

یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ سے محبت کا بنیادی تقاضا آپ ﷺ کی اطاعت واتباع پر ہے۔اگر اطاعت واتباع کا حقیقی جذبہ موجود نہیں تو محبت محض ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ایسی محبت جس میں آپ ﷺ کے نام پر قربان ہونے کے نعرے تو بلند کئے جائیں،آپ ﷺ کے نام پر آنسو بہائے جائیں لیکن اپنے ذہن ومسلک کے خلاف نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے چشم پوشی،اعراض اور غلط تاویل وتحریف کرکے اپنے اپنے اکابرین کی اندھی وجامد تقلید پر قائم رہا جائے،بہت بڑا دھوکہ ہے!

---

(3)۔عزت وتوقیر

اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے،وہ اپنے خاص بندوں کی بڑی قدر کرتا ہے۔جو اسکے خاص بندے ہیں ان کا رب کے ہاں بڑا مقام ہے،پروردگار ان کا اعزاز واکرام کرتا ہے،جیسا کہ فرمان ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ٥﴾

(سورۃ المنافقون،آیت 8)

''اورعزت تو صرف اللہ کے لئے،اسکے رسول ﷺ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے،مگر منافقوں کو اسکا علم نہیں''

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ٥ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا٥﴾ (سورۃ الفتح،آیت 8-9)

''اور(اے نبی)ہم نے تجھے گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ ورسول پر ایمان لاؤ،انکی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کے نام کی تسبیح بیان کرو۔''

ہمارے پیارے رسول ﷺ کی توقیر وتعظیم کے خاص ضابطے رب نے مقرر فرمائے ہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں،رحمۃ للعلمین ہیں،اس کے خاص رسول ﷺ ہیں،جنھیں پروردگار نے انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔بات کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید سے رہنمائی

لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں سے کس نوعیت کا ادب واحترام اور توقیر وتعظیم مطلوب ہے، صرف دوواقعات پیشِ خدمت ہیں:

(۱)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضور ﷺ کو ''**راعنا**'' یعنی ہمارا لحاظ یا خیال کیجیئے کے الفاظ کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔ یہودی اپنے بغض وعناد کی وجہ سے اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر ''**راعینا**'' (ہمارے چرواہے) کہنے لگے جس کی بنا پر پروردگار نے اِس لفظ کو ہی تبدیل کروادیا اور ارشادفرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌo﴾ (سورۃ البقرہ۔آیت:104)

''اے اہلِ ایمان! تم (نبی ﷺ) کو''راعنا'' نہ کہا کرو بلکہ ''انظرنا'' کہو اور بات توجہ سے سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

یوں پروردگار نے بہتر لفظ **انظرنا** (ہماری طرف نظر فرمایئے) عطا کیا اور حکم دیا کہ بات توجہ سے سنو کہ اس بات کی نوبت ہی نہ آئے کہ تمھیں دوبارہ پوچھنا پڑھے اور انکار کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ معلوم ہوا کہ آنحضور ﷺ کے بارے میں بات کرتے ہوئے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

(۲)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں تشریف فرما تھے کہ کسی معاملہ میں آپس میں گفتگو کے دوران آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی، جس پر درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَo﴾

(سورۃ الحجرات۔آیت:2)

''اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال

اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔"

اُمید ہے قارئین پر حقیقت واضح ہو چکی ہوگی۔ بظاہر بات اتنی بڑی نہ تھی اسکے باوجود بھی اتنی سخت وعید نازل ہوئی۔ عام آدمی اگر ان چیزوں کا لحاظ نہ رکھے تو اس کے پلّے کیا رہ جائے گا؟۔

پس آپ ﷺ کی نافرمانی کرنا، حکم عدولی کرنا یا دینی رائے کو پس پشت ڈال دینا تو بڑی دور کی بات ہے ،جس کے معصیت ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ محض یہ سوئے ادب کہ آنحضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے میں بے احتیاطی پر اتنی سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ بے ادبی پر سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے، تمام نیکیاں برباد ہو جائیں اور انسان کو خبر تک نہ ہو ۔

قرآن وسنت کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوئی کہ آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کے حوالے سے درج ذیل باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا از حد ضروری ہے۔

i)۔ آپ ﷺ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سخت احتیاط کی جائے۔ ادب واحترام کو ہر ممکن ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ دل وجان سے آپ ﷺ کو عزیز رکھا جائے۔

ii)۔ دینی معاملات میں جب آپ ﷺ کی رائے یا حکم واضح ہو جائے تو فوراً اُسے تسلیم کر لیا جائے اور کسی اور کی بات کو آپ ﷺ کی بات پر ہرگز ترجیح نہ دی جائے مبادا کہ سب کچھ اکارت ہو جائے۔

نوٹ: قرآن مجید میں بعض مقامات پر ضرورت وحکمت کے تحت لوگوں کو حد سے تجاوز اور شرک سمیت دیگر غلط نظریات سے بچانے کیلئے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بعض مقامات پر سختی بھی کی گئی ہے۔ ان مقامات سے رہنمائی لیتے ہوئے بھی ہماری نیت درست ہونی چاہئے۔ ایسے مقامات سے درست نیت سے جو صحیح نتیجہ نکلتا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کسی غلط نیت سے تحقیر کے پہلو کی طرف جانے سے ہر ممکن گریز کرنا چاہئے۔ دوسری طرف یہ موقف کہ ایسی آیات کو بطور رہنمائی دلیل ہی نہ بنانا، اس سے بھی بچا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا خالق کے ساتھ پنجہ آزمائی تصور ہوگا اور مزید یہ کہ اعتدال کی راہ سے ہٹ جائیں گے۔ لہٰذا حسنِ نیت کے ساتھ قرآن کی ساری تعلیمات سے مستفید

ہوا جائے۔

----

(4)۔اطاعت واتباع (سب سے اہم تقاضا)

رسالت کے تقاضوں میں سب سے بڑا تقاضا ''اطاعت واتباع'' کا ہے۔رسالت کے دیگر تمام تقاضوں: ایمان، محبت، عزت وتوقیر، درود وسلام، غلو سے اجتناب کی بنیادی غایت یہی ہے کہ آپ ﷺ کی حقیقی معنوں میں اطاعت واتباع اختیار کی جائے۔تمام مخلوقات حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب رکھنے کا حکم اسی بنیادی تقاضے کی بنا پر ہے کہ اپنے من پسند ذہن ومسلک اپنی خواہش نفس، گروہ، فرقے، شخصیات، امام، پیر حضرات سب کو آپ ﷺ کے تابع کر دیا جائے جو کہ نہیں ہیں (الا ماشاءاللہ)۔اگر اطاعت واتباع کا حقیقی جذبہ موجود نہیں تو پھر سب دھوکہ ہے۔اسی لئے آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد قرآن مجید میں سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا گیا ہے وہ آپ ﷺ کی اطاعت واتباع یعنی آپ ﷺ کی پیروی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾

(سورہ آل عمران۔آیت:31)

''(اے نبی لوگوں کو) بتلا دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے زبانی دعویٰ محبت کو آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا ہے۔یعنی اگر محبت ہے تو اسکی تصدیق اتباع سے ہوگی، اگر اتباع نہیں تو محبت بھی نہیں۔اس سے اگلی آیت میں بات کو مزید واضح کیا گیا چنانچہ فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾

(سورہ آل عمران۔آیت:32)

''اے نبی انکو فرماؤ اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا''

اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی مسلمانوں کی صفت نہیں بلکہ کفار کی صفت ہے۔آپ ﷺ کی اطاعت سے روگردانی سے تو ایمان جانے کا خطرہ ہے، کہاں عشق رسول ﷺ کے بلندو بانگ دعوے لیکن ذہن و مسلک کے خلاف فرامین رسول ﷺ سے روگردانی۔؟ اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور ہماری حفاظت فرمائے۔

اس ضمن میں مزید تنبیہ یوں فرمائی گئی:

☆ ﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَاشَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo﴾ (سورۃ النساء۔آیت:65)

''تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ ﷺ کو حاکم تسلیم نہ کریں پھر آپ ﷺ کے فیصلوں پر دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے سر بسر تسلیم کریں۔''

غور کیا جائے تو یہ ایک آیت کریمہ ہی حقیقت پر آنے کیلئے کافی ہے۔ یہاں اللہ نے قسم کھا کر اس حقیقت کو پرزور طریقے سے واضح کر دیا ہے کہ اس وقت تک کوئی صاحب ایمان ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبی (ﷺ) کو فیصلہ کن تسلیم نہ کرلے، بلکہ جو فیصلہ جو حکم نبی کریم ﷺ کی طرف سے آجائے اسے ماننے میں حیل و حجت، قیل وقال اور تنگی محسوس نہ کرے۔کہاں یہ تقاضا اور کہاں ہماری اندھی و جامد تقلید اور آباپرستی کی صورت حال۔!

☆ ﴿وَ مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًاo﴾ (سورۃ الاحزاب۔آیت:36)

''جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دیں تو پھر کسی مومن مرد یا عورت کو اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہتا اور جو کوئی اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔''

کیا ہمارا طرز عمل اس آیت کریمہ کے مطابق ہے یا ناموافق.......؟

انتہائی سخت انداز: شیطان سے بچانے کیلئے انتہائی سخت انداز اپنایا گیا تا کہ انسان غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے، لیکن اسکے باوجود بھی ابلیس کامیاب ہو گیا:

☆ ''جب فرمانبرداری کرنے والے لوگ اپنے فرمانبرداروں سے بیزار ہوں گے، عذاب سامنے دکھائی دے رہا ہو گا اور آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ فرمانبردار کہیں گے کہ ہائے افسوس؛ اگر ایک بار ہمیں دنیا میں جانے دیا جائے تو ہم بھی ان لوگوں سے یوں ہی بیزار ہوں گے جس طرح یہ آج ہم سے بیزار ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کرتوت دکھائے گا اور ان کے دلوں میں حسرت رہے گی اور وہ آگ سے کسی طور پر نکل نہ سکیں گے۔''

(سورہ البقرہ:167-166)

کوئی بھی ایسی سنگت جو توحید، رسالت سے دور کرنے سمیت دیگر گناہوں کا باعث بنی ہوگی، اسکے بارے میں انسان کہے گا:

☆ ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ٥ وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ٥ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا٥﴾۔(احزاب:66)

''جب لوگوں کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے، اس وقت وہ کہیں گے ہائے کاش ہم نے پیروی کی ہوتی اللہ کی اور اسکے رسول کی۔ اور وہ کہیں گے کہ ہم نے تو پیروی اختیار کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بزرگوں کی تو انھوں نے ہمیں راستے سے پھسلا دیا۔ اے ہمارے رب انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر سب سے بڑی لعنت کر۔''

☆ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ o﴾ (حم السجدہ:29:41)

''اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا تھا اے ہمارے رب دکھا ہمیں وہ لوگ جن وانس میں سے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، انہیں ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں تا کہ وہ ہو جائیں جہنم میں سب سے نچلے درجے میں۔''

یعنی دنیا میں کوئی بھی شخصیت جو کفر، شرک، توحید سے دوری، رسالت کی بجائے اندھی و جامد تقلید، سنت کی بجائے بدعات سمیت دیگر گناہوں کا باعث بنی ہوگی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اگر بچنا چاہتے ہیں تو سب کو اللہ و رسول ﷺ کے نیچے کر لیں (جو کہ الا ماشاء اللہ ہم نہیں کیا ہوا)۔

ان ضروری دلائل سے آگاہی کے بعد اب ہم رسولوں علیہم السلام کی اطاعت و اتباع کے مد مقابل بیان کردہ اصطلاحات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

رسالت کے مدّ مقابل اصطلاحات

چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں، دن کا تصور، رات کے ساتھ، روشنی کا اندھیرے کے ساتھ۔ خوشی کا غمی کے ساتھ..... اسی طرح رسالت (اطاعت و اتباع) کی ضد سے آگاہی رسالت پر گامزن ہونے میں معاون ہوسکتی ہے۔ قرآن حکیم نے اس ضمن میں مختلف اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ ایک جگہ رسالت کے مقابلے میں یعنی اسکی ضد کیلئے ''آبا پرستی'' کی اصطلاح استعمال کی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ o﴾

(سورۃ المائدہ:104:5)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اسکی طرف جو نازل کیا اللہ نے اپنے رسول کی طرف۔ تو

کہتے ہیں کافی ہے ہمیں پایا ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو۔ کیا بھلا انکے آباؤ اجداد
کچھ علم نہ رکھتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں تب بھی۔؟''

یعنی بصیرت اور دلیل کی بنا پر آبا کی مشروط پیروی تو درست ہے، لیکن انکی دین میں اندھا دھند غیر مشروط پیروی درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی ناقدری ہے، جس پر الا ماشاء اللہ اکثریت کاربند ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بھی شرک اور گمراہی کے مقابلے میں یہی تعلیم دی کہ:

''(واترُکو مایقول آباؤ کم) ۔۔جو تمھارے باپ دادا کہتے اور کرتے رہے ہیں اسے چھوڑ دو۔'' (بخاری:7، مسلم:1773)

مزید یہ کہ:

☆ سورہ :(احزاب: 66) میں رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کے مقابلے میں سردار، لیڈرز، بزرگ حضرات کا ذکر کیا گیا۔

☆ سورہ (فرقان:27-30) میں رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کے مقابلے میں دوست احباب کا ذکر آیا۔

☆ سورہ (توبہ:31) میں رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کے مقابلے میں مذہبی پیشوا: علماء و مشائخ، امام حضرات کا۔

گویا رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کی ضد کی جامع اصطلاح ''شخصیت پرستی'' ہے جو درج ذیل چیزوں کو محیط ہے:

(۱)۔لیڈرز، سردار، باس، اہل حکام، دوست احباب

(۲)۔مذہبی پیشوا: علماء ومشائخ، امام، پیر حضرات

(۳)۔والدین، کنبہ قبیلہ

(۴)۔پیدائشی مسلک، گروہ، فرقہ، جماعتیں

(۵)۔اپنی خواہش نفس کی اندھا دھند پیروی

دینی رہنماؤں سے دشمنی نہیں بلکہ ان کی قدر کرنی ہے،ان کا ادب ہے، احترام ہے، محبت ہے.......... لیکن ان کی غیر مشروط اندھا دھند پیروی رسالت کی ضد ہوگی جس بچنا ہے۔اسی طرح سنت کی ضد ''بدعت'' ہے،جس سے نبی کریم ﷺ نے بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔

ہر ہر بات میں،رسول ﷺ کی تعلیمات (یعنی قرآن وسنت) کو مشعل راہ بنانا ہدایت ونجات کی راہ جبکہ رسولوں (علیہم السلام) کی تعلیمات سے بے نیاز ہوکر دین میں دیگر لوگوں کی اندھا دھند (بغیر دلیل اور بغیر سوچے سمجھے) پیروی خسارے کی راہ ہے۔ کیونکہ حقیقت میں یہ انبیاء علیہم السلام کی ناقدری ہے۔شیطان کی کامیابی رسولوں (علیہم السلام) سے ہٹا کر اندھا دھند لوگوں کی پیروی کروانے میں ہے۔اس ضمن میں بھی اکثریت شیطان کی ہی پیروی کرے گی، بہت کم خوش نصیب ہوں گے جو پختگی سے رسول ﷺ کے اسوہ کو مظبوطی سے تھامیں گے۔

جس طرح اطاعت واتباع کا متضاد آبا پرستی ہے،اسی طرح سنت کی ضد بدعت ہے۔اطاعت واتباع سے سنت رسول ﷺ کی پیروی نصیب ہوتی ہے،جبکہ اطاعت و اتباع سے انحراف سے بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے جو کہ سنت کے متصادم ہے۔اسلئے اطاعت واتباع کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ دین میں نئے امور کے دخول یعنی بدعات سے بچا جائے،تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(رسالت کا حقیقی تصور، باب۔٦)

محبت کے دعوے صرف اسی وقت تک قائم رہتے ہیں جب تک آپ ﷺ کی تعلیمات ہمارے ذہن کے موافق رہیں۔ جونہی آپ ﷺ کے فرامین ہماری سوچ، ہمارے من پسند مسلک سے ٹکرا جائیں تو برصغیر پاک و ہند کے اکثر مسلمان انہیں قبول کرنا تو درکنار انہیں دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کا معیار آپ ﷺ کی اطاعت واتباع ہے۔حقیقی ایمان والے وہی ہیں جو تمام عقائد وافعال کو بخوشی آپ ﷺ کی تعلیمات کے سامنے پیش کرکے، اصلاح کیلئے ہر لمحہ آمادہ رہتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کی بات آجائے تو بلا چون و چراں فوراً قبول کرلیتے ہیں۔اسکے برعکس دعویٰ محبت محض ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ ورسول ﷺ کی وہ بات جو ہمارے ذہن ومسلک کے خلاف ہواس سے واسطہ پڑنے پر ہمارا طرز عمل کیا ہوتا ہے اور آپکے جانثار ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا تھا، بطور اصلاح صرف دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(i) ((سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سفیان کی آمد کا ہمیں پتہ چلا تو رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کیا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے؟ اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم اس میں کود جائیں گے))۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد)

(ii) سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ محبوب نہ تھا، اس کے باوجود بھی جب وہ آپ ﷺ کو دیکھتے تو وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی کتاب الادب)

حقیقی طور پر ہدایت کو پانے کیلئے اسی معیار پر آنا پڑے گا، جیسا کہ پروردگار نے واضح کیا:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (سورۃ البقرہ، آیت: 137)

''پھر وہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم (صحابہ) ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہو گئے۔''

اطاعت میں شراکت کی شکلیں

قرآن وسنت کے واضح احکامات کے خلاف کسی کی پیروی شرک فی الاطاعت ہوگی۔ یہی سابقہ اقوام کی ہلاکت کی بڑی وجہ تھی۔ اطاعت کے ضمن میں شراکت کس کس شکل میں ہوئی ہے، فرقہ واریت سے بالاتر ہوکر ان سب شکلوں کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ ہم بچ سکیں۔ ایک دفعہ پھر سے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ یہ تمام شکلیں فی نفسہٖ مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ ممانعت غیر مشروط اندھی اور جامد پیروی کی ہے۔ یہ شراکت درج ذیل شکلوں میں ہوئی ہے:

(1)۔ اہلِ حکام کی اندھی پیروی: ذاتی مفادات اور دنیاوی اغراض و مقاصد کی خاطر یا اہلِ حکام کے خوف کی بنا پر اللہ کے احکامات کے خلاف انکی تائید و پیروی کرنا۔ اسے قرآن مجید نے طاغوت سے تشبیہ دی ہے۔

(2)۔ آئمہ دین کی غیر مشروط اندھی اور جامد تقلید: ائمہ دینؒ وہ عظیم راہنما ہیں جنھوں نے شب و روز کی ان تھک محنت سے دین کی فقاہت حاصل کی۔ اصولوں کی بنیاد پر انکی پیروی اور راہنمائی سے استفادہ تو ضرور کرنا چاہیے، لیکن چوتھی صدی ہجری سے لے کر تا حال مسلمانوں کی اکثریت اپنے اپنے علاقوں میں رائج مسالک کی غیر مشروط اندھی اور جامد پیروی پر سختی سے کاربند ہے۔ کسی ایک مسلک کی کلی پیروی جبکہ دوسرے ائمہؒ کے مذاہب کی مکمل نفی کر کے ایک اسلام کو پانچ مذاہب میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ معاملہ اس شدت کے ساتھ لوگوں میں راسخ ہو چکا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ جب شعور کو پہنچتا ہے تو جامد تقلید سے ہٹ کر وہ کوئی اور بات سننا بھی گوارہ نہیں کرتا۔ بلاشبہ ایسی تقلید اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت میں کھلی شراکت ہے جس سے فوراً تائب ہونے کی ضرورت ہے۔

(3)۔ محدثین کو حرفِ آخر سمجھنا: محدثین وہ عظیم لوگ ہیں جنھوں نے سنت کی دستیابی کیلئے نبی کریم ﷺ کی احادیث اور صحابہؓ کے آثار کو محفوظ کرنے اور تا قیامت انہیں انسانیت تک ترسیل کیلئے اپنی زندگیاں کھپائیں۔ یہ لوگ بھی غیر نبی ہیں، انہیں بھی خطا لگ سکتی ہے، مزید یہ کہ بعض لوگ دین کو نقصان پہنچانے کیلئے بھیس بدل کر ثقہ و عادل کے معیار کو پاس کر سکتے ہیں۔ اسی بنا پر امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور کچھ دیگر محدثین نے سند کے ساتھ درایت کے اصول لازمی کیئے تا کہ قرآن، آپ ﷺ کے دیگر صحیح فرامین/رائج سنت اور دیگر مسلمات عقل کے خلاف کوئی غلط بات آپ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ فقہاء و محدثین کا سند کے فلٹر کو پاس کر جانے والی روایات (اخبار آحاد) کو ''درایت (یعنی روایت کا متن/عبارت کی پرکھ)'' کے اصولوں کی بنیاد پر غیر صحیح قرار دینا نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک پر کلام نہیں

، بلکہ محدثین کی تحقیق پر کلام ہے جو امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور دیگر فقہاء کرامؒ نے کیا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بات پر اعتراض یا چون و چراں سے تو انسان ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

روایت کے متن کے حوالے سے تمام مستند محدثین انہیں اصولوں پر کاربند ہیں۔اس ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے جامع رہنمائی یوں فرمائی:

''ایک قرینہ وہ ہے جو مروی (روایت کیا گیا یعنی روایت کے مضمون) کے حال سے سے متعلق ہے کہ روایت قرآن کریم کی نص، سنت متواترہ، اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہو اور اسکی تاویل نہ ہو سکے۔'' (نزھۃ النذر ، ص: ۹۷، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

یعنی اگر روایت مذکورہ سب چیزوں کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی۔

لیکن معاملہ یہ ہے کہ اُصول درایت کو حدیث کے اُصولوں میں تو شامل کرلیا گیا ہے، لیکن الا ماشاء اللہ اسکا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ درایت کی بجائے صرف سند کی بنا پر ہی حتمی فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔اس ضمن میں علامہ شبلی نعمانیؒ نے بڑی حقیقت پسندانہ بات کی ہے، لکھتے ہیں:

''اصولِ درایت کو اصولِ حدیث میں شامل تو کرلیا گیا، لیکن ارباب روایت نے اسے بہت کم برتا اور آج ان گنت روایتیں درایت کے خلاف قبول عام ہیں۔''

(علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان)

نوٹ: اس حوالے سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہر کسی کو کلام کرنے کی بجائے ، اہل علم، فقہاء ومحدثین اور وہ علماء حضرات جو اس فیلڈ کے ماہر ہوں ان سے رہنمائی کی روشنی میں رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ بے احتیاطی اور غلطی فہمی سے بچا جاسکے۔

اس ضمن میں تفصیلی رہنمائی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (قرآن مجید کی حاکمیت)

(4)۔ اپنے اپنے پسندیدہ گروہ کی اندھا دھند پیروی: شراکت کی تیسری خطرناک شکل اپنے پیدائشی دین و مذہب یا مکتب فکر کو بلا دلیل عین حق پر تسلیم کرتے ہوئے، اسے اسلام کے تابع

کرنے کی بجائے اسلام کو اپنے گروہ کے تابع کرنا۔ جو کہ کیا جا چکا ہے، الا ماشاء اللہ۔

(5)۔ نظام بیعت کا غلط استعمال: مرید حضرات کا بلا دلیل پیر حضرات کی ہر بات کو عین دین و شریعت تسلیم کرتے ہوئے انکی کسی بات کو قرآن وسنت پر پرکھنا انکی بے ادبی تصور کرنا بھی کھلی شراکت اور گمراہی کی بہت بڑی وجہ ہے۔ حالانکہ بیعت کا مقصد ہی خدا ورسول ﷺ کی راہ دکھانا اور اس پر استقامت سے عمل پیرا ہونا چاہیے جو کہ نہیں رہا۔

اندھی و جامد تقلید کی اطاعت میں شراکت کی مذکورہ پانچوں شکلوں میں الا ماشاء اللہ انسانیت اپنے اپنے آبا کی روش پر اندھا دھند عمل پیرا ہے، جیسا کہ پروردگار نے واضح کر دیا:

﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾

(سورہ الزخرف:22:43)

''بلکہ وہ کہنے لگے، ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک راہ پر پایا اور ہم بھی انہیں کے نقوشِ قدم کی پیروی کی راہ پر لگے ہوئے ہیں۔''

اسی صورت حال کی عکاسی ایک اور مقام پر یوں کی:

﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝﴾

(المائدہ:104:5)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اسکی طرف جو نازل کیا اللہ نے اپنے رسول کی طرف، تو کہتے ہیں کافی ہے ہم کو وہ پایا ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو۔ کیا بھلا انکے آباؤ اجداد کچھ علم نہ رکھتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں تب بھی۔؟''

آبا پرستی پر آمادگی۔ عقلی نکات

ابلیس نے لوگوں کو رسالت سے ہٹا کر آبا پرستی کے شکنجے میں جکڑنے کیلئے درج ذیل مضبوط عقلی نکات اٹھائے ہیں:

(۱)۔ کسی بھی شعبہ کی رہنمائی کیلئے اس شعبہ کے ماہر کے پاس جانا ضروری ہوتا ہے جیسے: دوائی کیلئے ڈاکٹر کے پاس، نفسیات کیلئے ماہر نفسیات....... اسی طرح دین کیلئے دین کے ماہرین ائمہ مجتہدین کی تقلید کے بغیر گزارہ نہیں۔ خود دین سیکھنے کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

(۲)۔ ہمارے مسلک کے اتنے بڑے بڑے جید اور بلند مرتبہ بزرگ علماء و اولیاء حضرات نے کیا قرآن وسنت نہ پڑھا تھا.........؟ کون سی بات ہے جو ان سے چھپی رہ گئی ہے؟ کیا تم ان سے بڑے عالم ہو.....؟ کیا تم نے ان سے زیادہ قرآن پڑھا ہے.....؟ وغیرہ وغیرہ۔

(۳)۔ ''جب ہمارے اکابرین بزرگ حضرات کی بات میں شک وشبہ اور غلطی کا امکان ہی موجود نہیں تو خواہ مخواہ قرآن وسنت پر پرکھ کر ان میں عیب کیوں تلاش کئے جائیں....؟ ایسا کرنا اولیاء و علماء کی شان میں تنقیص کرنا شمار ہوگا جو کہ بدبختی کی علامت ہے......وغیرہ وغیرہ۔''

ظاہر ہے شیطان کے اس فریب میں بڑا وزن ہے، عام انسان کیلئے اس تسلی پر قرآن وسنت سے منہ موڑنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

ازالــــہ: اس شیطانی فریب سے نجات کیلئے انتہائی اختصار کے ساتھ پہلے عقلی بنیاد پر چند ضروری باتیں پیشِ خدمت ہیں، اسکے بعد دلائل سے شیطانی فریب کو واضح کیا جائے گا۔

(۱)۔ یہ دلیل صرف کسی ایک گروہ کے پسندیدہ مسلک و اکابرین کیلئے ہی نہیں بلکہ سب کیلئے قابل قبول ہونی چاہئے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلے گا کہ سب مسالک: بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث، شیعہ........ حق پر ثابت ہو جائیں گے۔ تو کیا اب الگ الگ مساجد و مسالک کا جواز باقی رہ جائے گا......؟

(۲)۔ اللہ و رسول ﷺ نے راہ ہدایت کا معیار بعد کے لوگوں کی بجائے: 'قرآن'، 'سنت (جو صرف صحیح احادیث سے ماخوذ ہو)' اور 'صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' کے اجماعی راستے کو بتلایا ہے۔ کیا اس معیار سے اعراض کرتے ہوئے کوئی اور معیار بنانا اللہ و رسول ﷺ کی ناقدری، نافرمانی اور گستاخی نہیں ہوگی........؟

(۳)۔ اگر ہمارے بزرگوں نے قرآن وسنت کو معیار بنایا ہے (جو کہ اچھی بات ہے) تو ہمیں بھی بزرگوں کی بجائے قرآن وسنت کو ہی معیار بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم سب کا قرآن وسنت کی بابت محاسبہ ہونا ہے، نہ کہ بزرگوں کو معیار یا عدم معیار بنانے پر۔

(۴)۔ دین سیکھنے کیلئے استاد کے پاس جانا ضروری ہے، لیکن اللہ کا حکم یہ ہے کہ دین میں معیار اور نمونہ کوئی ڈاکٹر، امام نہیں بلکہ رسول ہوں گے۔ ہر ایک کی بات قرآن وسنت کی شرط پر مانی جائے گی۔ جسکے لئے قرآن وسنت کی تعلیمات سے آگاہی ضروری ہے۔

(۵)۔ دو قسم کے احکام ہیں، ایک وہ احکام ہیں جن پر واضح نصوص (آیات واحادیث) موجود ہیں، ان میں تقلید نہیں کی جائے گی۔ ہاں بات کو سمجھنے کیلئے اہل علم سے استفادہ ضرور کریں۔ لیکن یہاں بھی اندھا دھند تقلید ہی کی جارہی ہے۔ دوسرے وہ احکام ہیں جو جدید مسائل پر مبنی ہیں، جن پر واضح نص موجود نہیں۔ ان میں اجتہاد ہوگا، جس کے لئے کسی مجتہد کی رائے سے استفادہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اندھی وجامد تقلید کی یہاں بھی گنجائش نہیں۔

تاہم غیر نبی کی پیروی مطلقاً ممنوع نہیں لیکن مشروط پیروی کرنی ہے۔ غیر نبی اکابرین، علماء ومشائخ، ائمہ ومجتہدین... سے رہنمائی بھی لینی ہے، ان کی قدر، ادب واحترام بھی ہر ممکن ملحوظ رکھنا ہے، لیکن انکی بلا دلیل اندھا دھند پیروی سے بچنا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا رسالت کے منافی ہے اور رسالت سے ہٹنے سے انسان گمراہی کا شکار ہو کر شیطان کا لقمہ بن جاتا ہے، اسلئے قرآن حکیم میں (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر اس قدر کثرت سے آیا ہے کہ کہیں غلطی سے بھی انسان شیطان کے دھوکے میں نہ آجائے۔ لیکن افسوس کہ اکثریت پکڑی گئی ہے۔

اطاعت واتباع کے ضمن میں سرخروئی

اطاعت واتباع جو کہ تعلق بالرسول ﷺ کا بنیادی تقاضا ہے، اس ضمن میں حقیقی طور پر سرخروئی کیلئے درج ذیل اہم نکات ذہن نشین رکھیں:

(ا)۔ رسول کی اطاعت واتباع کا مطلب: اولین درجے میں قرآن مجید کی پیروی اور پھر قرآن کی

مزید تفصیل اور قرآنی احکامات کی عملی شکل کیلئے حدیث اور سنت سے رہنمائی لینا۔اس ضمن میں امت مسلمہ اس بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہے کہ رسول کی اطاعت سے مراد صرف حدیث یا سنت کی پیروی ہے نہ کہ قرآن کی۔

(۲)۔حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے الا ماشاءاللہ اکثریت اپنے اپنے نظریات کے دفاع کیلئے ضعیف وموضوع روایات کو بنیاد بناتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا، رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے متنبہ کیا:

''اِنسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔''

(صحیح مُسلم ''المقدمہ'' حدیث نمبر 8)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

((یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنوکم))

(صحیح مُسلم ''المقدمہ'' حدیث نمبر 16)

'' آخری دور میں فریب کار جھوٹے لوگ ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباء نے، پس اپنے آپ کو ان سے اور انہیں اپنے آپ سے دور رکھیو تاکہ کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔''

لیکن افسوس کہ اسکے باوجود بھی الا ماشاءاللہ اس ضمن میں کسی کو کوئی خوف نہیں آتا۔پس جو بچنا چاہیں انہیں حدیث کی صحت (یعنی متن اور سند) کو لازمی ملحوظ رکھنا چاہیئے اور بڑے سوچ سمجھ کر پوری تسلی کے بعد بات آپ کی طرف منسوب کرنی چاہیئے (بالخصوص جب منسوب کی جانے والی بات قرآن وسنت کے محکم دلائل کے خلاف جارہی ہو)

(۳)۔رسالت کی ضد آباپرستی، اندھا دھند پیروی اور جامد تقلید ہے۔لہٰذا غیر نبی کی بلا دلیل اندھا دھند غیر مشروط پیروی کی بجائے، دلائل اور عقل وبصیرت کی بنا پر مشروط (یعنی اطیعوا اللہ اور اطیعو

الرسول کے تحت) پیروی کرنی چاہیۓ، ورنہ رسالت پر ایمان قابل قبول نہ ہوگا۔حقیقت سے آگاہی کیلیۓ درج ذیل آیت کریمہ پرغور فرمائیں:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

(سورۃ التوبہ۔آیت:31)

''اُن لوگوں (یہودیوں اور عیسائیوں) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماءاور درویشوں کو اپنا رب بنالیا تھا اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی، حالانکہ انھیں صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔''

اِسی آیت کی تشریح میں ایک حدیث موجود ہے جو بات کو واضح کردیتی ہے۔ چنانچہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (جو پہلے خود بھی عیسائی تھے) روایت کرتے ہیں: قبول اِسلام سے پہلے جب میں نے یہی آیت سُنی تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ہم لوگ اپنے علماء اور درویشوں کو تو نہیں پوجتے تھے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''مگر کیا تم لوگ (بغیر اللہ جل جلالہ اور انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کو دیکھے) اَپنے علماء اور درویش لوگوں کی حلال کی گئی چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں مان لیا کرتے؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں اَیسا ہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی تو اُن کو رب بنانا ہے۔'' اِسی ایک جملہ پر (میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ) مطمئن ہوگیا اور فوراً اِسلام قبول کرلیا۔'' (والحمدللہ جل جلالہ)

(جامع ترمذی ''ابوبُ التفسیر'' حدیث نمبر 3095 ، مُسند امامِ احمد حدیث نمبر 378/4)

ہمارے حالات بھی اس سے مختلف نہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے۔آمین

یہاں تو حضور ﷺ خود اس بات کی تعلیم فرما رہے ہیں کہ خواہ کوئی عالم بھی ہو اسکے پیچھے بھی اندھا دھند نہیں لگنا چاہیۓ بلکہ بات کو دلائل پر پرکھ کر کہ (درست بھی ہے یا نہیں)..... عمل پیرا ہونا چاہیۓ۔

(۴)۔سنت سے مرادرسول اللہ ﷺ کا متعین کردہ شرعی راستہ ہے،جسکی بنیادقرآن،حدیث،اجماعِ صحابہؓ اور مسلمانوں کا عملی تواتر ہے۔سنت کی ضد بدعت ہے۔یعنی رسول اللہ کی وضع کردہ شریعت کوتبدیل کرنا،نئے طریقے نکالناوغیرہ۔

سنت پرعمل پیرا ہونا توباعث نجات جبکہ بدعات پرعمل پیرا ہونا باعث ہلاکت ہے۔بدعت گناہ کبیرہ سے بھی زیادہ خطرناک ہے،کیونکہ گناہ کوانسان گناہ سمجھتا ہے جبکہ بدعت کو دین وشریعت کا حصہ۔بدعت کی زَد میں آنے والا شریعت سازی کے جرم کا مرتکب ٹھرجاتا ہے۔اس پر نبی کریم ﷺ نے بہت سخت تنبیہات نازل فرمائی ہیں،جن میں سے چندایک ملاحظہ فرمالیں:

☆ آپ ﷺ اپنے ہرخطبے کےآغاز میں لوگوں کوان الفاظ میں تنبیہ فرماتے:

((وخير الحديث كتاب الله، وخير الهدى هدى محمد(ﷺ) وشر الامور محدثاتها، وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة))

(ابن ماجہ، مقدمہ باب اجتناب البدع والجدل،رقم:45،مسلم)

''سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب کی ہے،اورسب سے بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہےاور بدترین کام وہ ہیں جو(دین میں)نئے جاری کئے جائیں(دین میں)ہرنیا کام بدعت ہےاور ہربدعت گمراہی ہے۔''

ایک اورحدیث میں ہے: **((وكل ضلالة في النار))** ۔ ''اور ہرگمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔''(نسائی)

☆ **((من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد))**(مسلم:4492،بخاری:2697)

''جس نے ہمارے دین میں کوئی نیا امرجاری کیا،جو(دین میں)موجود نہ تھاتو وہ مردود (قابلِ رد)ہے۔''

یعنی دین میں جاری کردہ نیا کام اپنانے کی بجائے ردکرنے کے قابل ہے۔

☆ ''میں حوضِ کوثر پرتمھارا پیش رَوہوں گا،جووہاں آئے گا پانی پیۓ گااور جس نے ایک بار پی لیا

اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانیں گے۔ پھر انہیں مجھ تک آنے سے روک دیا جائے گا۔ (**فاقول یارب اصحابی**) میں کہوں گا یہ تو میرے صحابی ہیں لیکن مجھے بتایا جائے گا اے محمد (ﷺ) آپ نہیں جانتے آپ کے بعد ان لوگوں نے کیسی کیسی بدعتیں رائج کیں۔ پھر میں بھی کہوں گا (**سحقا سحقا لمن غیّر بعدی**)۔ دوری ہو دوری ہو ان سے جنھوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل ڈالا۔'' (بخاری رقم: 6585: مسلم: 2290)

یہاں (اصحابی) سے مراد وہ لوگ ہیں، جنہوں نے کلمہ تو پڑھا لیکن قوی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہ ہو سکا اور یہ لوگ آپ ﷺ کی وفات مبارک کے بعد مرتد ہو گئے تھے، جن سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا تھا۔

☆ ''جو شخص یہاں (مدینہ میں) کوئی بدعت جاری کرے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔'' (متفق علیہ)

☆ (میری اُمت میں سے) بہتّر (فرقے) جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور عنقریب میری اُمت میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن میں یہ بدعات اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح باؤلے کتے کا اثر کٹے ہوئے شخص کے رگ و ریشے میں سرایت کر جاتا ہے''۔ (ابوداؤد: 4597، اسنادہ حسن)

انتباہ! ان تنبیہات سے سمجھنے والی جو اصل بات ہے وہ یہ کہ اس ضمن میں انتہائی محتاط رویہ اپنا کر اپنے آپ کو بدعات کی زَد سے ہر ممکن بچایا جائے نہ کہ غلط تاویلات کے سہارے بڑھ چڑھ کر بدعات کو فروغ دے کر نبی کریم ﷺ سے اپنا تعلق کاٹ لیا جائے۔

اس ضمن میں تطبیق اور اعتدال پر مبنی تفصیلی معلومات کیلئے دیکھیے:

(رسالت کا حقیقی تصور، باب۔٦)

(5)۔غلو (حد سے تجاوز) سے اجتناب

شراکت میں مبتلا کرنے کیلئے ابلیس غلو کے ضمن میں دو بنیادی ہتھیار استعمال کرتا ہے یعنی: خالق کو نیچے گرا کر مخلوق کی صف میں کھڑا کرنا یا مخلوق کو اٹھا کر خالق کے مقام پر فائز کرنا۔ دوسرے ہدف یعنی مخلوق کو اٹھا کر خالق کے مقام پر فائز کرنے کیلئے اسے بطور ڈھال مخلوق میں سے بلند مرتبہ لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسے: انبیاء علیہم السلام، انکے اصحاب، مذہبی پیشوا، اکابرین، اولیاء و بزرگان دین۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اسلئے ابلیس کا ہدف انہیں کے ذریعے با آسانی پورا ہوتا ہے جس پر قرآن گواہ ہے۔ سابقہ اُمتوں کی اکثریت کو بھی انہیں طریقوں سے ہلاک و برباد کیا۔ انبیاء و رسل علیھم السلام کی شان و عظمت میں حد سے تجاوز کراتے ہوئے رفتہ رفتہ اُنھیں الوہیت کے درجے پر فائز کرا کے لوگوں کو ابدی لعنتوں کا مستحق ٹھرایا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس ہلاکت سے بچنے کی نہایت پُر زور الفاظ میں یوں تلقین فرمائی:

﴿يٰٓاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ اِنَّمَا الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النساء، آیت:171)

''اے اہل کتاب (یہودی اور عیسائی)! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ کہو اللہ کے متعلق مگر حق بات ہی بے شک مسیح ابن مریم (تمہارے معبود نہیں بلکہ وہ تو) اللہ کے رسول تھے۔''

﴿وَ قَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ‌ ذٰلِكَ قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ‌ يُضَاهِئُوۡنَ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ‌ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ‌ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ﴾ (سورۃ التوبہ، آیت:30)

''اور یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، یہ ان کافروں کی ریس کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزرے،

اللہ ان کو غارت کرے یہ کہاں بہکے جاتے ہیں۔“

اسی طرح ایک اور مقام پر اِرشاد فرمایا:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾

(سورۃ المائدہ، آیت: 77)

”(اَے نبی!) فرمادیجئے: اَے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ چکے ہیں۔“

چونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ سب سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں، اسلئے آپ ﷺ کی بابت لوگوں کو غلو میں مبتلا کرنا ابلیس کیلئے زیادہ آسان ہے۔ آنحضور ﷺ اپنی اُمت کے بارے میں اس خطرے کو کس شدت سے محسوس کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو ابلیس سے بچنے کی حکماً کس طرح تلقین فرمائی صرف دو فرامین ملاحظہ کریں:

☆ ((لا تطرونی کما أطرت النصاریٰ ابن مریم انما أنا عبد فقولوا عبدالله و رسوله)) (صحیح بُخاری ”کتاب الانبیاء“ حدیث نمبر 3445)

”تم میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا، میں اللہ جل جلالہ کا بندہ ہوں، اس لیے مجھے اللہ جل جلالہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔“

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا:

”اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے اور اے ہم میں سب سے بہتر و افضل اور سب سے بہتر کے فرزند!“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یا ایھاالناس ! قولوا بقولکم ولا یستھو ینکم الشیطان انا محمد (ﷺ) بن عبداللہ و رسول اللہ ، واللہ ما احب ان ترفعونی فوق ما رفعنی اللہ (عز و جل)) (مسند احمد:241/3)

''اے لوگو! تم اس قسم کی بات کہہ سکتے ہو مگر کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے، میں عبداللہ کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں اور اللہ کا رسول ہوں، اللہ کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے اس مقام ومرتبہ سے بڑھادو جس پر اللہ نے مجھے فائز کیا ہے''۔

بچت کی واحد صورت یہی ہے کہ قرآن وسنت کو رہنما بنایا جائے۔ جو چیزیں شان وعظمت کے اعتبار سے دلیل سے ثابت ہیں نہ اُن میں ذرہ بھر کمی کی جائے اور نہ اُن میں اپنی مرضی سے اضافہ کیا جائے کیونکہ ابلیس بڑا مکار دشمن ہے۔ انشاءاللہ ہماری تحاریر میں آپ کو یہ دونوں چیزیں نظر آئیں گی۔ ہر وہ خوش نصیب جو حقیقتاً پیارے رسول ﷺ کو مانتا اوران سے محبت رکھتا ہو وہ اس پہلو کو بھی ضرور ملحوظ رکھے گا۔ اللہ ہماری صحیح سمت میں رہنمائی فرمائے۔ (آمین)

---

(6)۔ دردوسلام

آپ ﷺ نے امت کی خاطر جو تکالیف اٹھائیں، قربانیاں کیں، ان کو یاد رکھتے ہوئے، محبت کے ساتھ شب وروز آپ ﷺ پر درود وسلام کے ذریعے آپ ﷺ کو یاد رکھنا آپ ﷺ کے قرب کا باعث ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت۔56)

''بے شک اللہ تعالیٰ اوراسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے اہل ایمان تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو''

سبحان اللہ یہ آنحضور ﷺ کی رفعت وشان کا اظہار ہے کہ خود خالق کائنات اور اسکے فرشتے آپ ﷺ پر درود وسلام کی صورت میں رحمتیں نچھاور کرتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی اسکا حکم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا کس قدر ضروری ہے چند احادیث کا مفہوم ملاحظ کریں، آپ ﷺ نے فرمایا:

i)۔ ’’اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے‘‘

(ترمذی، کتاب الدعوات)

ii)۔ ’’جس نے مجھ پر درود پڑھنا بھلا یا دیا اُس نے جنت کا راستہ بھلا دیا‘‘۔

(ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ)

iii)۔ ’’جو شخص ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے 10 نیکیاں عطا فرمائے گا، 10 گناہ معاف فرمائے گا، 10 درجات بلند کرے گا اور اُس پر 10 رحمتیں نازل فرمائے گا‘‘ (سبحان اللہ)

(سنن نسائی حدیث نمبر 1283

معلوم ہوا جب بھی آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے تو آپ ﷺ پر درود بھیجنا از حد ضروری ہے۔ باقی اوقات میں جتنا بھی کوئی پڑھ سکے اسکے لئے اتنا ہی فائدہ مند ہے۔ وہ کم سے کم تعداد جسے ملحوظ رکھنے پر بڑی فضیلت آئی ہے، اُسے درج ذیل حدیث میں یوں بیان کیا گیا:

’’آنحضور ﷺ نے فرمایا! جو شخص صبح اور شام کے وقت 10 مرتبہ درود پڑھے بروز قیامت وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا‘‘ (صحیح الجامع، حدیث نمبر 6357)

پس محبت سے نبی کریم ﷺ کو درود وسلام کے ذریعے یاد رکھ کر آپ ﷺ کے ساتھ اپنا تعلق تروتازہ رکھنا بھی اہل ایمان پر آپ ﷺ کا حق ہے۔

مذکورہ حقیقی بنیادوں کی بجائے کلی معیار صرف نعت کو بنا لیا گیا ہے۔ ہماری نظر میں جو نعت پڑھے وہ عاشق رسول ﷺ اور جو نہ پڑھے وہ گستاخ۔ اور نعت میں بھی خالق ومخلوق کے فرق کی حدیں ختم کردی گئی ہیں۔ قانون وقاعدے کے تحت نعت کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف مستحسن ہے لیکن معیار اور پیمانہ درج بالا بنیادیں ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نعت درحقیقت کفار کی جانب سے آپ ﷺ پر کئے گئے اعتراضات اور عیوب کا اشعار کی

صورت میں جواب تھا۔

عظمت وفضیلت

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آنحضور ﷺ کے اُمّتی بنے۔ آنحضور ﷺ کے سیرت وعظمت کا ہر پہلو بے مثل ہے، آپ ﷺ کی ذات گرامی پر خود خالق کائنات صلوٰۃ وسلام کی صورت میں رحمتیں نازل فرماتا ہے، آپ ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین آپ کو راضی کرتا ہے، آپ ﷺ کے اخلاق سراپا قرآن ہیں، آپ ﷺ انبیاء ورسل کے قائد اور اولین و آخرین کے امام ہیں۔ آپ ﷺ کو نبی تسلیم کرنے سے انسان کفر سے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ بروز قیامت آپ ﷺ کا جھنڈا ہر نبی کے جھنڈے سے بلند ہوگا، آپ ﷺ پر شفاعت کا دروازہ کھلے گا۔ آپ ﷺ کی سیرت وعظمت کے کئی پہلو ہیں، جن میں سے درج ذیل دو پہلو سب سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

<u>سب سے بڑی عظمت کا ایک پہلو!</u> کسی کے لئے سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اسے رب کا قرب نصیب ہو جائے، رب کی خصوصی توجہ نصیب ہو جائے۔ خالق کائنات کسی شخص کا رحمت و شفقت سے ایک دفعہ نام لے کر اسے مخاطب کرلے تو وہ بندہ جملہ مخلوقات کے لئے قابل رشک ہو جاتا ہے۔ وہ چند اصحاب جن کا ذکر اشارتاً قرآن مجید میں آیا، جب ان کو معلوم ہوا کہ رب کائنات نے ان کا ذکر کیا ہے تو انکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اب ذرا سوچیں ہمارے پیارے رسول ﷺ کے متعلق جن کے تذکرے سے قرآن بھرا پڑا ہے، جن سے بذریعہ وحی خالق کائنات کا تعلق قریباً 23 برس رہا۔ جن کو معراج کی صورت میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور رب کا قرب نصیب ہوا، اذان اور نماز میں جن کا ذکر خیر لازم قرار دیا جائے، کلمے میں جن کی رسالت کا اقرار کئے بغیر انسان دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو سکے۔ یقیناً اللہ جل جلالہ کی نظر میں وہ بہت عظیم ہیں۔ انسانیت کی عظمت کا یہ سب سے بڑا پہلو ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کے حصے میں آیا اور جس کی تکمیل ہمارے پیارے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداک امی و ابی) پر ہوئی۔

سب سے بڑی عظمت کا دوسرا پہلو!: عظمتِ انسانیت کا دوسرا سب سے بڑا پہلو یہ ہے کہ اس مصائب و آلام اور اسباب کی زندگی کے کسی بھی موڑ پر تنگی و کشادگی میں، پریشانی و خوشحالی میں اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ وابستہ رکھا جائے اور مشکل سے مشکل حالت میں بھی اسکے احکام نہ ٹوٹنے دیئے جائیں۔ ہمہ تن اپنے آپ کو اس کی تابعداری کے لئے پیش رکھا جائے۔ اگر اس تناظر میں دیکھا جائے تو کیا آپ ﷺ سے بڑھ کر بھی کسی پر پریشانیاں آئیں؟ آپ ﷺ نے کئی کئی دن تک فاقہ کیا، پیٹ پر پتھر باندھ کر خندقیں کھودیں، غزوات میں خود شریک ہوئے، شعب ابی طالب کی گھاٹی میں دو سال تک محصور رہے، درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا، خود بھوکے رہے، دوسروں کو ترجیح دی اور ہر حال میں اُمت کے لئے نمونہ بنے رہے۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے بڑے سے بڑا خطرہ بھی مول لینے سے گریز نہ کیا۔ چنانچہ جب کفار مکہ نے آپ ﷺ کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو نبوت کے دسویں سال آپ ﷺ نے طائف کی طرف رُخ کیا اس اُمید کے ساتھ کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے شاید وہ اللہ کے پیغام پر لبیک کہیں اور مسلمانوں کو کفار مکہ کے ظلم و ستم سے نجات مل جائے۔ وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین بڑے درجے کے سرداروں کو دعوت دی، بجائے مہمان نوازی کے وہ سردار بڑی بے رخی اور بد اخلاقی سے پیش آئے اور آپ ﷺ پر طنز کیا، آپ ﷺ نے دوسرے لوگوں سے بات کی، انہوں نے بھی بات قبول نہ کی بلکہ اپنے شہر سے فوراً نکل جانے کو کہا۔ جب آپ ﷺ بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے شریر لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا تاکہ مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں اور ان بدبختوں نے پتھر مارے حتّٰی کہ آپ ﷺ کے دونوں جوتے مبارک خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے۔ آپ ﷺ اسی مشکل حالت میں واپس ہوئے۔ اس شدید ترین مشکل حالت میں بھی آپ ﷺ نے اپنے رب کی رضا کو ہی پیش نظر رکھا اور جب ان شریروں سے کچھ اطمینان ہوا تو ''سیرت ابن ہشام'' کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے یوں دعا کی!

''اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور لوگوں میں

ذلت اور رسوائی کی اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہو جاتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا ہے۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پروانہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو، تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو، نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔'' (سیرۃ ابن ھشام)

نوٹ: روایت کی سند تو پختہ نہیں لیکن روایت کا متن قرآن وسنت سے متصادم نہیں۔

اس دردناک صورت حال میں مالک الملک کی شان قہاری کو جوش آیا اور ملک الجبال نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو اس کی تعمیل کر دوں، اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں۔ قربان جائیں۔ آنحضور ﷺ کے صبر و استقلال اور انسانی ہمدردی اور خیر خواہی پر فرمایا: میں اللہ سے اس کی اُمید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں۔

یہ جو کچھ آپ نے ملاحظہ کیا یہ انسانیت کی عظمت کا دوسرا سب سے بڑا پہلو ہے، جو آنحضور ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دوسری طرف ہماری حالت یہ ہے کہ سب نعمتیں میسر ہونے کے باوجود بھی دین کا کام نہیں کرتے، ذرا سی تکلیف آجائے تو شکوے شکائتیں شروع کر دیتے ہیں۔

نبی کریم کی عظمت وفضیلت کے حوالے سے مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(رسالت کا حقیقی تصور: باب۔۵)

باب۳

خلاصہ گفتگو

(۱)۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ، نبیِ آخر واعظم رحمت دو عالم ﷺ جملہ مخلوقات میں بلند ترین مقام پر فائز کیے گئے ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت وعظمت کا ہر پہلو بے مثل ہے۔

(۲)۔آپ ﷺ نے رب کی اطاعت وبندگی کی بے مثل مثال قائم کی اور حبیبِ رب العلمین ٹھرے۔

(۳)۔آپ ﷺ سے محبت ایمان کا بنیادی جزو ہے۔کامل ایمان یہ ہے کہ تمام مخلوقات سے زیادہ آپ ﷺ کی ذات گرامی محبوب ہوحتّٰی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ۔

(۴)۔رسالت کو کما حقہ تسلیم کرنا انسانیت پر بہت بڑا امتحان ہے۔انسان کی نجات رسولوں (علیہم السلام) کو اسوہ بنانے میں ہے، جبکہ ابلیس کی کامیابی لوگوں کو رسولوں (علیہم السلام) سے ہٹا کر غیر نبی کے پیچھے لگا کر غیر مشروط پیروی کرانے میں ہے۔

ہر ہر بات میں، رسول ﷺ (یعنی قرآن وسنت) کو مشعل راہ بنانا ہدایت ونجات کی راہ جبکہ رسولوں (علیہم السلام) کی تعلیمات سے بے نیاز ہو کر دین میں دیگر لوگوں کی اندھا دھند (بغیر دلیل اور بغیر سوچے سمجھے) پیروی خسارے کی راہ ہے۔کیونکہ حقیقت میں یہ انبیاء علیہم السلام کی ناقدری ہے۔اس ضمن میں اکثریت شیطان کی ہی پیروی کرے گی، بہت کم خوش نصیب ہوں گے جو پختگی سے رسول ﷺ کے اسوہ کو مظبوطی سے تھامیں گے۔

(۵)۔ رسالت کے ضمن میں جتنے بھی تقاضے ہیں: (۱)۔تمام مخلوقات حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نبی کریم ﷺ کو عزیز رکھنا، (۲)۔دل وجان سے آپ ﷺ کا ادب، احترام، عزت و توقیر کو ملحوظ رکھنا، (۳)۔محبت کے ساتھ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا............... یہ سب

اسلئے ہیں کہ خوش دلی سے آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کی جائے۔اپنی سوچ،خواہش نفس، مسالک،گروہ،فرقے،اکابرین سب کواللہ ورسول ﷺ کے تابع کردیا جائے۔

(٦)۔رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی دین کی اصل ہے، جبکہ غیر نبی کی پیروی جواز کے طور پر ہے۔ابلیس نے معاملہ الٹ کردیا ہے۔جواز کو اصل بنا لیا گیا ہے اور اصل یعنی رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کوپس پشت ڈال کراندھی وجامد تقلیداختیار کر لی گئی ہے۔

(٧)۔رسالت کے متضاد کیلئے قرآن مجید میں درج ذیل اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں:

۔سورہ:(احزاب:66) میں رسالت کے مقابلے میں سردار، لیڈرز، بزرگ حضرات کا ذکر کیا گیا۔

۔ سورہ (فرقان:27-30) میں رسالت کے مقابلے میں دوست احباب کا۔

۔ سورہ (توبہ: 31) میں رسالت کے مقابلے میں مذہبی پیشوا: علماء ومشائخ، امام حضرات کا۔

گویارسالت کی ضدکی جامع اصطلاح شخصیت پرستی ہے جودرج ذیل چیزوں کومحیط ہے:

۔لیڈرز،سردار،باس،اہل حکام،دوست احباب

۔مذہبی پیشوا: علماءومشائخ،امام،پیرحضرات

۔والدین،کنبہ قبیلہ

۔پیدائشی مسلک،گروہ،فرقہ،جماعتیں

۔اپنی خواہش نفس کی اندھادھندپیروی۔

(٨)۔دینی رہنماؤں سے دشمنی نہیں بلکہ ان کی قدردانی کرنی ہے،ان کا ادب ہے، احترام ہے، محبت ہے........... لیکن ان کی غیرمشروط اندھادھندپیروی رسالت کی ضد ہوگی جس بچنا ہے۔

(٩)۔ سنت کی ضد ''بدعت'' ہے،جس سے پرعمل پیرا ہونے سے نبی کریم ﷺ نے بہت سختی سے منع

فرمایا ہے۔

(۱۰)۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا عمومی مقصد: انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر نورِ قرآن کی طرف لانا، ابلیسی شکنجوں سے نجات دلا کر دین کے سارے عنوانات: توحید، عبادات، اخلاقیات، معاملات پر عمل پیرا ہونے کیلیئے ہدایت و رہنمائی کا عملی نمونہ فراہم کرنا۔ اور خصوصی طور پر انسان کو شرک کی دلدل سے نجات دلا کر اللہ کی وحدانیت اور اللہ کی معرفت کے نور سے سیراب کر کے لوگوں کو خالق کے ساتھ جوڑ کر قابل رشک بنانا ہے۔

(۱۱)۔ عوام کی نظر میں سنت کا بہت ہی محدود تصور ہے یعنی:

''مسواک ، کھانے پینے، سونے جاگنے، مسجد یا گھر سے نکلنے داخل ہونے، ملنے جلنے، سفر کرنے، کپڑا، ٹوپی، امامہ شریف پہننے..... میں آپ ﷺ کا طریقہ ہی صرف سنت کا دائرہ ہے۔''

جبکہ حقیقت میں 'سنت' سے مراد شرعی امور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا طریقہ، راستہ، اسوہ، سیرت اور خُلق مبارک ہے جو پورے دین کا احاطہ کیئے ہوئے ہے یعنی:

(۱)۔فرائض و واجبات (لازمی حصہ)، (۲)۔سنت موکدہ (فرائض و واجبات کے بعد درجہ)، (۳)۔نوافل ومستحبات، (۴)۔طبعی امور: کھانے پینے، صحت وتندرستی کے متعلق رہنمائی۔(۵)۔دنیاوی امور: زندگی گزارنے کے بہترین عمدہ طریقوں پر رہنمائی۔ جو بھی ان پر عمل کرے گا اجر اور فائدہ پائے گا۔

(۱۲)۔رسالت کی راہ میں درج ذیل بنیادی رکاوٹیں ہیں:

(i)۔شخصیت پرستی، (ii)۔ضعیف وموضوع روایات، اور (iii)۔سنت کی بجائے بدعات کا فروغ۔

(۱۳)۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حقیقی تعلق کی درج ذیل بنیادیں ہیں جن کو ملحوظ رکھے بغیر دعویٰ ایمان

اور محبت سوائے دھوکے کے کچھ نہیں:

(i)۔آپ ﷺ پر ایمان لانا، (ii)۔دل وجان سے زیادہ محبوب رکھنا،(iii)۔توقیر و تعظیم اور ادب واحترام کو ہرممکن ملحوظ رکھنا، (iv)۔اطاعت واتباع کرنا: ذہن ومسلک، اکابرین، امام، علماء، پیر حضرات...... سب کی پیروی آپ ﷺ کے تابع کرنا، سنت کی ضد یعنی بدعات سے بچنا، (v)۔نصرت وحمایت یعنی دین کی اشاعت میں آپ ﷺ کا بازو بننا، (vi)۔قرآن مجید کو رہنما بنانا، (vii)۔غلو یعنی حد سے تجاوز سے بچنا، (viii)۔آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا۔

اللہ ہمیں حقیقی طور پر رسالت کو سمجھنے، اسے تسلیم کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

اس تحریر میں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو، اُسے اللہ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے اور جن بھائیوں نے تعاون فرمایا اُن کے علم وعمل اور درجات میں اضافہ فرمائے۔اس کاوش کا بہترین اجر میرے پیارے والدین بالخصوص پیاری والدہ محترمہ مرحومہ کو عطا فرمائے اور انکی بخشش اور درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔(آمین)

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾

”اللہ ﷻ کی حمد ہے جس نے ہمیں اِس کی ہدایت دی اگر اللہ ﷻ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔“

((وما توفیقی الاّ باللّٰہ))

۞۞۞۞۞

جلدی کریں!

ہماری زندگی اورموت کے مابین ایک غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن اندیشہ ہے کہ یہ دیوارٹوٹ جائے اورآخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارےاوپر پھٹ پڑیں۔اُس وقت کوئی زور،کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔انسان بالکل بے سہارہ ہوکراپنے خالق کے سامنے کھڑا ہوگا ۔قرآنی احکامات سے دور،خودساختہ سوچ،فرقہ واریت اورمسلک پرستی کی بناپرغلط عقائدوافعال پر گامزن،خواہشات کے رسیا،دنیا کی دلفریبیوں میں گم ،آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔صرف بچے گاوہ جس نے تعلیمات وحی کومن وعن سمجھااورمن وعن تسلیم کرلیا۔اپنی سوچ،اپنے فرقے،گروہ،اپنے لیڈرز،اکابرین،امام،پیراوربزرگ حضرات کوحقیقی معنوں میں اللہ اوراسکے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کوقابو کرتے ہوئے،خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپناحساب کرلیاہوگا۔

اسلئے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد ازجلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کوبچالیں۔جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں:

''اور(اَے لوگو !) پیروی کرواُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جوتمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہےاس سے پہلے کہ تم پراچانک عذاب آجائے اورتمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔(اَیسانہ ہوکہ) پھرتم کہنےلگوکہ ہائے افسوس! اُس غفلت پرجومیں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تومذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتاتومیں بھی پرہیز گاروں میں شامل ہوجاتا۔یا(قیامت کے دن)عذاب کودیکھ کر کہنے لگےاَے کاش !کسی طرح مجھے(دنیامیں)دوبارہ بھیج دیاجائےتومیں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔(اللہ فرمائے گا:)ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات(قرآن)پہنچ چکی تھیں جنھیں تونے جھٹلایااورغروروتکبر کیااورتواِنکاروالوں میں ہی رہا۔''

(سورۃالزمر،آیت:59 - 55)

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:159)

ترجمہ: ''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

(Email: khidmat777@gmail.com)

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	امت مسلمہ کا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس وشیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد و یکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر ونواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد وعورت کیلئے قرآن وسنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا وآخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

تعلیماتِ وحی کے ابلاغ اور اسکے عملی نمونہ کا عظیم سہرا انبیاء کرام علیہم السلام کے سر ہی ہوتا ہے، جنہیں رہنما بنائے بغیر دین وشریعت پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔ اسی لئے ہر نبی کی دعوت کا وہ کلمہ جو کفر سے اسلام میں داخلے کی بنیاد بنتا ہے، اسکا دوسرا حصہ زمانے کے نبی کی نبوت و رسالت کے اقرار پر مبنی ہوتا ہے، جیسے ہمارے لئے (محمد الرسول اللہ) ہے۔ رسالت وہ مینارہ نور ہے جو توحید، آخرت سمیت پورے دین کیلئے خالص اور شفاف روشنی فراہم کرتا ہے۔ یہی اسوہ کامل ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف حقیقی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ 'رسالت' کو کما حقہ سمجھے اور اسے تسلیم کئے بغیر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ممکن نہیں۔ گویا ''رسالت'' کے ذریعے سے ہی صراطِ مستقیم کی تکمیل ہوتی ہے۔ توحید کی طرح زبان سے رسالت کا اقرار تو بہت آسان ہے، لیکن حقیقی معنوں میں اسے تسلیم کرنا بھی توحید کی طرح انتہائی مشکل ہے۔ ابلیس نے الا ماشاء اللہ اکثریت کو رسالت کے غلط تصور پر ایسا اغوا کیا ہے کہ صحیح بات سننے کی طرف لوگ آمادہ ہی نہیں ہوتے۔ یہ تحریر گروہی تعصبات اور افراط وتفریط سے بالاتر ہوکر رسالت کے ضمن میں حقیقی رہنمائی پر مبنی ایک منفرد کاوش ہے، جو انشاء اللہ مکار ابلیس کی طاقتور چالوں کی کاٹ کر کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق کی صحیح بنیادوں کی بنا پر انسانیت کیلئے سعادت کی راہ کو واضح کردے گی۔ خود بچیں اور دوسروں کو بچانے کی فکر کریں۔

Designed by: عبدالواسع 0307-4122161

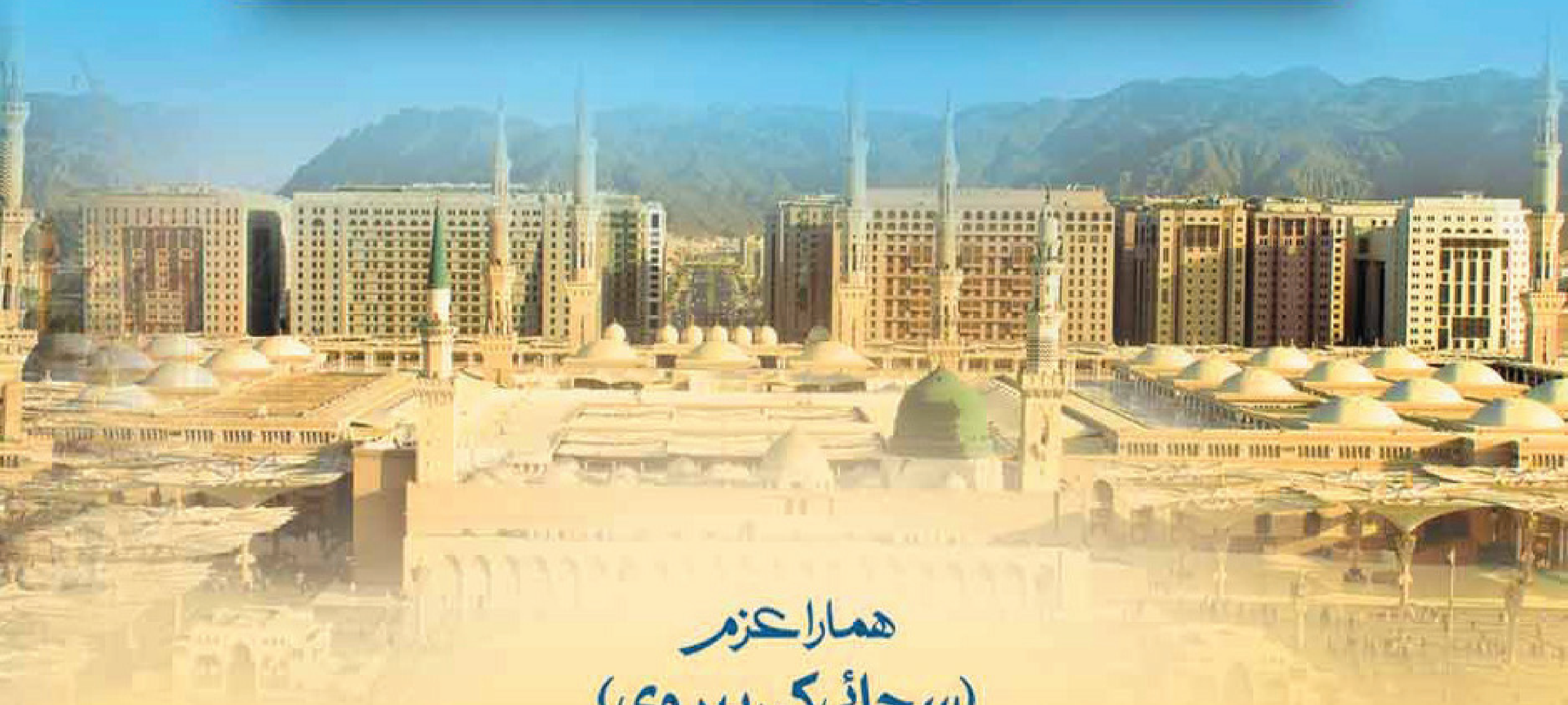

ہمارا عزم

(سچائی کی پیروی)

WWW.KHIDMATISLAM.COM

KHIDMAT777@GMAIL.COM